حقیقت الامر

(مولوی محمد علی صاحب کی چِٹّھی کا جواب)

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

مکرم و معظم مولوی صاحب

السلام علیکم! آپ کی طرف سے ایک مطبوعہ چٹھی جس پر تاریخ اشاعت درج نہیں مجھے ملی جسے پڑھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ کسی نہ کسی وجہ سے آپ کو بھی طیش ترک کر کے ہمدردی اور شرافت سے کسی فیصلہ پر پہنچنے کا خیال پیدا ہو گیا ہے۔ گو دوسرے واقعات اس بات کے منافی ہیں کہ آپ کو میری بیماری میں مجھ سے ہمدردی پیدا ہوئی کیونکہ آپ اور آپ کے ہم خیالوں کی طرف سے مجھ سے جو معاملہ ہوتا چلا آیا ہے وہ سخت بغض و کینہ کا نتیجہ تھا۔ چنانچہ آپ کے اخبار "پیغام صلح" میں عزیز عبدالحی مرحوم کی وفات پر اشارۃً اور کنایۃً اس بات کا اعلان ہوتا رہا ہے کہ اس کی وفات طبعی ذرائع سے نہیں ہوئی بلکہ اس میں کچھ اسرار ہیں۔جو فعل کہ ایک کمینہ سے کمینہ دشمن بھی نہیں کر سکتا اور اس وقت تک کہ انسان دشمنی میں حد سے بڑھ کر انسانیت کو بھی ترک نہ کر دے اس سے اس قسم کی امید نہیں کی جا سکتی اور آپ کی پہلی تحریرات میں بھی بارہا معمولی آداب کو نظرانداز کیا جاتا رہا ہے پس اندریں حالات یہ آپ کی تحریر تعجب و حیرت میں ڈالتی ہے۔ مگر چونکہ مؤمن کا کام حسن ظن کرنا ہے آپ کی اس تبدیلی کو میں فیصلہ کی سچی خواہش اور ہمدردی کا نتیجہ سمجھ کر بہت خوش ہوں۔ اور یقین رکھتا ہوں کہ اگر واقع میں یہ آپ کا فعل سچی ہمدردی اور اخلاص کا نتیجہ ہے اور کوئی اور غرض پوشیدہ نہیں اور اس شیریں بیانی سے جس میں بار بار سخت کلامی تک نوبت پہنچ جاتی ہے لوگوں پر اثر ڈالنا مقصود نہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس ہمدردی اور توجہ کے بدلہ میں حق اور صداقت کی طرف ہدایت کرے گا اور اس کشاکش سے جس میں آپ اس وقت مبتلاء ہیں نجات دے کر اطمینان قلب عطا فرما دے گا۔ کیونکہ وہ کبھی کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتا لیکن اگر اس تحریر کی غرض مجھ سے ہمدردی نہیں اور یہ کھلی چٹھی آپ کی اسلامی اخوت کا نتیجہ نہیں یہ ایک موقع

نکلا ہے جماعت کو صحیح راستہ سے ہٹانے کا تو میں ڈرتا ہوں کہ اس کے نتیجہ میں آپ حق سے اور بھی دور نہ جا پڑیں اور صداقت کو آپ کی آنکھوں سے اور بھی مخفی نہ کر دیا جاوے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی اپنے غضب سے بچاوے اور حق پر قائم رہنے اور قائم ہونے کی توفیق عطا فرمادے۔

مولوی صاحب! آپ تحریر فرماتے ہیں کہ جس شخص کی جسمانی فرزندی مجھے حاصل ہے اس کی روحانی فرزندی کا آپ کو بھی دعویٰ ہے۔ مگر شاید اس ہمدردی کے اظہار کے وقت آپ کو یہ خیال نہیں رہا کہ اس کی روحانی فرزندی کا مجھے بھی دعویٰ ہے صرف آپ کو نہیں۔ اور یہی نہیں بلکہ میری روحانی فرزندیت کے متعلق تو اس رب قدیر کی شہادت ہے جو اصدق الصادقین ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ حقیقۃ الوحی میں تحریر فرماتے ہیں۔ "خدا نے مجھے بشارت دے کر فرمایا کہ اس کے عوض میں جلد ایک اور لڑکا پیدا ہو گا جس کا نام محمود ہو گا اور اس کا نام ایک دیوار پر لکھا ہؤا مجھے دکھایا گیا....اور ابھی ستّر دن پہلے لڑکے کی موت پر نہیں گزرے تھے کہ یہ لڑکا پیدا ہو گیا اور اس کا نام محمود احمد رکھا گیا۔" (حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۲۷) پس جس کو خدا نے محمود قرار دیا ہے اور اس کا نام مسجد کی دیوار پر لکھ کر دکھایا۔ جس سے مراد جماعت کی امامت تھی تو اس کی روحانی فرزندیت کا انکار کیونکر ہو سکتا ہے۔ مگر بہرحال میرا دعویٰ سچا ہو یا جھوٹا۔ نفس دعویٰ میں تو میں اور آپ دونوں برابر ہیں۔ پس اس ہمدردی کے وقت حضرت صاحبؑ کی روحانی فرزندیت کا جو مجھے دعویٰ ہے اس کا بھی انکار کرنا قابل تعجب ضرور ہے۔

مولوی صاحب! آپ کا یہ خیال بالکل درست ہے کہ بیماری کے وقت انسان کا دل نرم ہو جاتا ہے اور خصوصاً ایسے نازک وقت میں کہ جب یہ سمجھ لے کہ اس کی موت قریب آگئی ہے اور وہ تھوڑی ہی دیر میں خدا تعالیٰ سے ملاقی ہونے والا ہے اور یہی وقت ہے کہ انسان کو حقیقتاً اپنے ایمان کا حال معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ذرہ بھی دھوکا یا فریب ہو تو انسان کا دل ایسے وقت میں خود بخود دہل جاتا ہے اور اس کی اپنی حالت اس کے لئے باعث عبرت ہو جاتی ہے۔ اور ایسے وقت مجھ پر بھی اس بیماری میں ضرور آئے ہیں کہ جب مجھے یقین کامل ہو گیا کہ میں چند منٹ سے زیادہ اس دنیا میں نہیں رہ سکتا۔ بلکہ ایک وقت تو اس طرح نبضیں چھٹ گئیں اور تمام بدن سے زندگی کی روح نکل گئی کہ سوائے چند انچ دل کے قریب کی جگہ کے باقی سب بدن

ایک غیر چیز معلوم ہوتا تھا اور دل کے ارد گرد بھی آناً فاناً اس طرح زندہ حصہ کم ہوتا جاتا تھا کہ بالکل نزع کی کیفیت پیدا تھی- حتیٰ کہ مکرمی و معظمی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب نے کہ جن کو اللہ نے اس موقع پر خاص طور پر ہمدردی کرنے کا موقع دیا جب مجھ سے دریافت کیا کہ کیا ہؤا ہے- تو اس وقت میں نے ان کو یہی جواب دیا کہ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو چکا- لیکن بجائے اس کے کہ یہ اوقات مجھے اپنے عقیدے سے متزلزل کر دیتے یا موت کا سامنا میرے قدم کو لڑکھڑا دیتا- اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان عقائد پر میں نے اس وقت کامل تسلی پائی اور ان کی اشاعت اور ان پر ثابت قدم رہنے کو میں اپنے لئے باعث مغفرت جانتا تھا- اور میرا دل اس وقت مطمئن تھا کہ میں نے جو کچھ کیا حق اور انصاف کو مدّ نظر رکھ کر کیا ہے- اور اس کی بدولت امید ہے کہ اللہ تعالیٰ میری سستیوں اور غفلتوں سے عفو فرمائے گا اور اپنے فضل کے نیچے جگہ دے گا- مولوی صاحب! آپ اپنے تلخ تجربہ سے یہ بات معلوم کر چکے ہیں کہ ایسے نازک وقت میں بعض دفعہ انسان اپنے مقام پر قائم نہیں رہتا- جیسا کہ آپ خود ایک دفعہ سخت بیمار ہوئے اور باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے دار کے ساکن طاعون سے محفوظ رہیں گے اور باوجود اس کے کہ آپ دار مسیحؑ کے ساکن تھے اس وقت آپ گھبرا گئے اور یقین کیا کہ مجھے طاعون ہے- لیکن حضرت صاحبؑ کو تسلی دلانی پڑی کہ اس گھر کے ساکن کو طاعون نہیں ہو سکتی (حقیقۃ الوحی- روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۶۵) میں بھی اس نازک حالت میں سے گزر کر اس امر کا مشاہدہ کر چکا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے جن عقائد کو میں حق سمجھ کر ان پر قائم ہوں اور دوسروں کو بھی ان پر قائم رہنے کی تاکید کر رہا ہوں میرا دل ہر طرح ان پر مطمئن ہے- اور اس وقت جب کہ موت میرے سامنے کھڑی تھی میرا دل مجھے اس امر کی ملامت نہیں کرتا تھا کہ میں نے کیوں خود غرضی اور نفسانیت سے ان ناحق باتوں کو تسلیم کیا اور دوسروں کو بھی تسلیم کرنے کی تاکید کی- ہاں یہ ضرور خیال تھا کہ شاید ان عقائد کے رد میں اور لوگوں کو سمجھانے میں مَیں نے پوری کوشش نہیں کی کہ جو میرے مخالف غلط طور پر حضرت مسیح موعودؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں- اور بارہا اس تکلیف کے وقت میں نے اس فقرہ کا ورد کیا جو خدا تعالیٰ نے مجھے مصائب سے بچنے کے لئے بذریعہ رؤیا بتایا تھا کہ اَللّٰھُمَّ اھْتَدَیْتُ بِھُدٰیکَ وَاٰمَنْتُ بِنَبِیِّکَ یعنی اے خدا میں تیری ہدایت کو تسلیم کرتا ہوں اور تیرے نبی مسیح موعودؑ پر ایمان لاتا ہوں اور اسی طرح میں نے بعض خاص احباب کو جمع کر کے ان کو اس بات کی طرف

متوجہ کیا کہ بعض لوگوں کی طرف سے جو فتنہ جماعت میں پیدا کیا جاتا ہے مجھے ڈر ہے کہ میں فوت ہو جاؤں تو یہ فتنہ جماعت کے لئے مضر ہو۔ اس لئے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسی تدبیر سمجھائے کہ زندگی یا موت ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس فتنہ کے شر سے نجات حاصل ہو جاوے۔ پس اگر بیماری نے عقائد کے متعلق کوئی تبدیلی پیدا کی ہے تو یہی کہ میں ان عقائد پر آگے سے بھی زیادہ یقین کے ساتھ قائم ہوں۔ اور واقعات نے اس پر شہادت دے دی کہ میں اپنی نفسانیت کی وجہ سے قائم نہیں ہوں بلکہ میرا دل اس بات پر مطمئن ہے کہ وہی حق بھی ہے۔ پس میں اس موقع سے فائدہ اٹھا کر آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ بھی سچے دل سے ان تمام مخالفت کے سامانوں کو بھلا کر جو آپ کے دل کو مجھ سے نفرت دلانے کا باعث ہوئے ہوں اس امر پر غور کریں کہ خدا تعالیٰ نے جس شخص کو نبی کہا ہے۔ نبی کریم ﷺ جسے نبی کے نام سے یاد فرماتے ہیں۔ پہلے بزرگ جسے نبی کہتے چلے آئے ہیں وہ خود فرماتا ہے کہ میں خدا کے حکم کے مطابق نبی ہوں اور اس پر قائم ہوں جب تک کہ زندہ رہوں۔ اور جو کہتا ہے کہ میں صرف اس قسم کا نبی کہلانے سے منکر ہوں کہ گویا میں نئی شریعت لایا ہوں یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ اور جسے آپ بھی کچھ مدت پہلے نبی لکھتے چلے آئے ہیں آج اس کو غیر نبی کہہ کر کیوں خدا تعالیٰ، نبی کریم ﷺ، بزرگانِ امت اور مسیح موعودؑ کی ہتک اور تکذیب کی جاتی ہے اور خود اپنے اقوال کو رد کیا جاتا ہے۔ کیا یہ درست نہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی ہتک کرنے والے آپ کے اردگرد جمع ہو رہے ہیں۔ محمد صادق سندھی جو حضرت مسیح موعودؑ کی نسبت لکھتا ہے کہ ان کے اندر بھی نفسانیت اور عُجب تھا۔ جب تک کہ اس نے صاف طور پر احمدیت سے ہی انکار نہیں کر دیا آپ کا مخلص کہلاتا رہا۔ حضرت صاحبؑ کے ظلّی نبی ہونے کے متعلق گفتگو کرتے وقت یہ فقرہ کہنے والے کہ ظلّ پر تو جوتیاں مارنی بھی جائز ہوتی ہیں آپ کے مقرّب ہیں حضرت صاحبؑ پر گندے سے گندے اور فحش سے فحش الزامات لگانے والا اور پھر اپنی غلطی کا اقرار نہ کرنے والا اپنی کتاب عسل مصفّٰی میں حضرت صاحبؑ کی نسبت لکھنے والا کہ مولوی نور الدین صاحب آپ سے تقویٰ میں زیادہ تھے آپ کا خاص دست و بازو ہے۔ آپ کے ہم خیالوں میں وہ لوگ شامل ہیں جو یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی ساٹھ فی صد پیشگوئیاں غلط نکلیں یا یہ کہ آپ کا الہام دخلِ شیطانی سے پاک نہیں۔ آپ کی انجمن کی طرف سے شائع ہونے والے رسالہ "المہدی" میں حضرت صاحبؑ کی نسبت نہایت

حقارت سے یہ لکھا جاتا ہے کہ چند الہامات ہو جانے کے باعث آپ کیا نبی بن گئے۔ غرض ہر طرح خدا تعالیٰ کے اس برگزیدہ کی ہتک کرنے والے اور اس کے مسیح ناصری کو بِن باپ قرار دینے کے عقیدہ کو شرک قرار دینے والے آپ کے ساتھ وہ تعلق رکھتے ہیں کہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ آپ سے ہیں اور آپ ان سے ہیں بلکہ بہت سی باتوں میں آپ ان کے مؤید اور ناصر ہیں۔ پس ان واقعات پر غور کریں اور جیسا کہ خود آپ نے تحریر فرمایا ہے اس بات کو مدّنظر رکھیں کہ موت صرف بیمار ہی کے قریب نہیں بلکہ تندرست چلتا پھرتا آدمی بھی اس کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ سے ملنے سے پہلے اپنا حساب درست کریں تاکہ اس وقت حسرت و اندوہ سے ہاتھ نہ ملنے پڑیں۔

مولوی صاحب! آپ شکایت فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے مریدوں کو منع کیا ہؤا ہے کہ وہ آپ لوگوں کی کتابیں پڑھا کریں اور آپ چاہتے ہیں کہ میں اعلان کروں بلکہ حکم دوں کہ وہ ضرور آپ لوگوں کی کتابیں پڑھا کریں۔ مگر میرے نزدیک یہ شکایت بے جا ہے۔ میں نے بارہا اپنی جماعت کو نصیحت کی ہے کہ وہ ہر عقیدہ کو سوچ سمجھ کر قبول کریں بلکہ بارہا یہ کہا ہے کہ اگر وہ کسی بات کو زید و بکر کے کہنے سے مانتے ہیں تو گو وہ حق پر بھی ہوں تب بھی ان سے سوال ہو گا کہ بِلا سوچے انہوں نے ان باتوں پر کیونکر یقین کر لیا اور میرے خطبات اس پر شاہد ہیں۔ ہاں ہر شخص اس بات کا اہل نہیں ہوتا کہ مخالف کی کتب کا مطالعہ کرے کیونکہ جب تک کوئی شخص اپنی کتب سے واقف نہیں اگر مخالف کی کتب کا مطالعہ کرے گا تو خطرہ ہے کہ ابتلاء میں پڑے۔ ایک شخص اگر قرآن کریم تو نہ پڑھے اور انجیل اور وید اور ژند اوستا اور ستیارتھ پرکاش کا مطالعہ رکھے اور کہے کہ میں تحقیق کر رہا ہوں تو کیا ایسا شخص حق پر ہو گا اور اس کا یہ عمل قابل تحسین سمجھا جاوے گا۔ ہاں جو شخص اپنے مذہب سے اچھی طرح واقف ہو وہ دوسرے لوگوں کی باتوں کو بھی سن سکتا ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو ہمارے لٹریچر سے پوری طرح واقف نہیں اور جو مسائل مختلفہ میں کماحقہٗ میری کتب اور رسائل و اشتہارات اور دیگر واقف کاران جماعت کی کتب و رسائل کا مطالعہ نہیں کر چکے ہیں باقی کسی کو میں آپ کے لٹریچر کے پڑھنے سے نہیں روکتا اور نہ میں نے کبھی روکا ہے۔ ہاں مطالعہ دوسری کتب کا ہمیشہ دو ہی شخص کیا کرتے ہیں یا تو وہ جنہوں نے مخالف کے اعتراضات کا جواب دینا ہو یا وہ جن کی غرض صرف زیادتی علم ہو۔ پہلے گروہ کو تو کوئی روک ہی نہیں۔ دوسرے لوگوں میں سے وہ جو پہلے اپنی کتب و رسائل

اچھی طرح پڑھ چکے ہوں اور ان پر خوب عمدہ طور پر عبور رکھتے ہوں اور ان کا دل ایسے دلائل سے جو پھر کسی مزید تحقیقات کی ضرورت باقی نہ رکھتا ہو تسلی یافتہ ہوں دوسرے ہر ایک مذہب کی کتاب کو پڑھ سکنے میں ان کو کوئی روک نہیں۔ کیونکہ جسے باوجود اپنے مذہب کے مطالعہ کے ایسا شرح صدر عطا نہیں ہؤا کہ جس کے بعد کسی اور مزید دلیل کی ضرورت نہ رہے اور عیاناً وہ اپنے مذہب کی سچائی کو نہیں دیکھتا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ پوری تحقیق کرے تاکہ قیامت کے دن اس سے باز پُرس نہ ہو۔ اور یہ جو میں نے ایسے لوگوں کا استثناء کیا ہے جو عیاناً اپنے عقائد کی سچائی دیکھ چکے ہوں اور کسی مزید دلیل کے محتاج نہ ہوں تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان کا ان کتب کا مطالعہ کرنا لغو اور بے ہودہ فعل ہو گا۔ کیونکہ انہوں نے جواب تو دینا نہیں اور ان کو مزید تحقیق کی ضرورت نہیں۔ پھر وہ کیوں اپنے وقت کو ضائع کریں اور ممکن ہے کہ ان کو دیکھ کر بعض اور لوگ جو اپنے مذہب سے آگاہ نہیں ان کی تتبع کرکے تباہ ہوں۔ اور اگر آپ فرمادیں کہ جب دوسرے مذاہب کا ان لوگوں نے مطالعہ نہیں کیا تو ان کو کیونکر معلوم ہو گا کہ وہ جس عقیدہ پر قائم ہیں وہی بجا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ کسی مذہب کی صداقت معلوم کرنے کے لئے صرف یہی طریق نہیں کہ دوسرے خیالات سے اس کا مقابلہ کیا جائے بلکہ سچے عقیدے اپنے اندر بھی ایسی خوبیاں رکھتے ہیں کہ وہ اپنی صداقت پر آپ گواہ ہوتے ہیں۔ اور ان کی صداقت کا انسان معائنہ کر سکتا ہے۔ مثلاً اسلام اپنے اندر ایسی خوبیاں رکھتا ہے کہ بغیر اس کے کہ دوسرے مذاہب کا مطالعہ کیا جاوے اس کا ایک کامل پیرو اس کی صداقت پر تسلی پا سکتا ہے اور اس کے دلائل دے سکتا ہے۔ ورنہ نعوذ باللہ یہ ماننا پڑے گا کہ صحابہؓ کا ایمان کامل نہ تھا کیونکہ انہوں نے دیگر مذاہب کی تحقیق نہیں کی تھی بلکہ کوئی شخص بھی اس اصل کے مطابق ایسا نہ ملے گا جسے یقین کرنے کا حق حاصل ہو کہ وہ سچے مذہب پر ہے اور مزید تحقیق کی اسے ضرورت نہیں۔ کیونکہ کوئی ایسا انسان نہیں ملے گا کہ جس نے دنیا کے سب مذاہب کا کماحقہٗ مطالعہ کیا ہو۔ بلکہ خود آپ بھی کہ جن کو اس وقت اس قدر خدمت دینی کا دعویٰ ہے اس بات کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ تو کیا ہم یہ کہیں کہ آپ کا حق نہیں کہ اپنے مذہب کی سچائی پر مطمئن ہوں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی ایسا مذہب بھی نکل آوے جس کے دلائل سے آپ آگاہ نہ ہوں اور وہ سچا ہو۔ کیا سچے مذہب کے اندر کوئی ایسی صداقت موجود نہیں ہوتی کہ جو اپنی ذات کے اندر اپنی دلیل رکھتی ہو۔ اگر ایسا ہے اور ضرور ہے تو پھر ایمان کے کمال کے لئے بھی ضروری نہیں

کہ ہر ایک مخالف کی کتاب پہلے پڑھ لی جائے اگر آپ کو یہ شبہ پیدا ہو کہ اس طرح تو ہر ایک شخص یہ کہہ دے گا کہ مجھے ایسا کامل ایمان حاصل ہو چکا ہے کہ مجھے مزید غور کی ضرورت نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خود ایک دعویٰ ہو گا جو دلیل کا محتاج ہو گا اور اگر کوئی اپنے ایمان کو عینی ایمان ثابت کر دے گا تو پھر بے شک اس کا حق ہو گا کہ اس کا دعویٰ تسلیم کر لیا جاوے۔

علاوہ ازیں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ استثناء صرف میرا ہی قائم کردہ نہیں بلکہ ہمیشہ سے ایسا ہوتا چلا آیا ہے۔ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کو بائبل پڑھتے ہوئے دیکھا اور اس پر آپ کو ڈانٹا۔ چنانچہ جابرؓ سے روایت ہے۔ اِنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ بِنُسْخَۃٍ مِّنَ التَّوْرَاۃِ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذِہٖ نُسْخَۃٌ مِّنَ التَّوْرَاۃِ فَسَکَتَ فَجَعَلَ یَقْرَأُ وَوَجْہُ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ یَتَغَیَّرُ فَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ ثَکَلَتْکَ الثَّوَاکِلُ مَاتَرٰی مَابِوَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَنَظَرَ عُمَرُ اِلٰی وَجْہِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ اللّٰہِ وَ مِنْ غَضَبِ رَسُوْلِہٖ (سنن الدارمی جلد اول صفحہ ۱۱۲ باب نمبر ۳۹ باب یتقی من تفسیر حدیث النبیؐ وقول غیرہ عند قولہ ﷺ) یعنی حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ کے پاس ایک نسخہ تورات کا تھا۔ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ تورات ہے۔ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے اور حضرت عمرؓ نے اس کو پڑھنا شروع کیا اور رسول اللہ ﷺ کا چہرہ متغیر ہو رہا تھا۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے کہا رونے والیاں تم پر روئیں۔ عمرؓ! دیکھتے نہیں کہ رسول اللہ کے چہرے سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے منہ اٹھا کر دیکھا اور کہا کہ میں خدا اور اس کے رسول کے غضب سے پناہ مانگتا ہوں۔ اب کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو خطرہ تھا کہ حضرت عمرؓ اس حق کو دیکھ کر نعوذ باللہ اسلام سے بیزار ہو جاویں گے۔ کیا اس کی صرف یہ وجہ نہ تھی کہ حضرت عمرؓ مذہبی مباحثات کرنے والے آدمی نہ تھے اور اس مرتبہ پر پہنچ چکے تھے کہ اب مزید تحقیق کی ان کو ضرورت نہ تھی پس ان کا یہ فعل بے ضرورت تھا اور خطرہ تھا کہ ان کو دیکھ کر بعض اپنے مذہب کی پوری واقفیت نہ رکھنے والے بھی اس شغل میں پڑ جاویں اور ان باتوں کی تصدیق کر دیں جو باطل ہیں اور ان کی تکذیب کر دیں جو حق ہیں۔ اور کوئی تعجب نہیں کہ اسی وجہ سے روکا ہو کہ آپ عام مجلس میں بیٹھ کر پڑھتے تھے اور اس سے خطرہ ہوا کہ ان کو دوسرے لوگ دیکھ کر ان کی اتباع نہ کریں۔ الگ پڑھتے تو شاید آپ کو نہ روکا جاتا۔ پس کیا آپ آنحضرت

ﷺ کے اس فعل کو بھی نعوذ باللہ بزدلانہ فعل قرار دیں گے۔ عیاذاً باللہ۔ مولوی صاحب! توبہ کریں کہ آپ ہمیشہ میری مخالفت میں خدا تعالیٰ کے برگزیدوں کی ہتک کرتے ہیں۔ پھر حضرت مسیح موعودؑ کا ایک حکم بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ چنانچہ مباحثہ مابین مولوی عبداللہ چکڑالوی و مولوی محمد حسین پر ریویو لکھتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں "ہر ایک جو ہماری جماعت میں ہے اسے یہی چاہئے کہ وہ عبداللہ چکڑالوی کے عقیدوں سے جو حدیثوں کی نسبت وہ رکھتا ہے بدل متنفر اور بیزار ہو اور ایسے لوگوں کی صحبت سے حتی الوسع نفرت رکھیں۔" (ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی، صفحہ ۷، ۸ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۱۲-۲۱۳) اس جگہ آپ نے چکڑالویوں سے ملنے جلنے سے حتی الوسع بچنے کی اپنی جماعت کو نصیحت کی ہے اور ملنا اور کتابیں پڑھنا ایک ہی جیسا ہے۔ تو کیا آپ کہیں گے کہ حضرت مسیح موعودؑ ڈرتے تھے کہ چکڑالویوں کے زبردست دلائل سے کہیں ہماری جماعت مرتد نہ ہو جائے اور آپ ان کو پہلوان نہیں بنانا چاہتے تھے۔

ایک اور واقعہ بھی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی شہادت اس امر کی تصدیق میں ہے۔ حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول کو ایک دفعہ الہام ہؤا تھا کہ فلاں برہمو کی کتاب نہ پڑھنا۔ اب کیا خدا تعالیٰ بھی ڈرتا تھا یا مولوی صاحب کا ایمان کمزور تھا۔ نعوذ باللہ یہ دونوں باتیں نہ تھیں بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتب ایسے پیرایہ میں لکھی ہوئی تھیں کہ ان سے سادہ لوحوں کو دھوکا لگنے کا اندیشہ تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے مولوی صاحب کو بذریعہ الہام روک دیا تا آپ کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی جو اہلیت نہیں رکھتے نہ پڑھنے لگیں۔ اس واقعہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض دفعہ ان لوگوں کو بھی جو مخالفین کو جواب دیتے ہیں مصلحتاً روک دیا جاتا ہے۔

مولوی صاحب! یہ تینوں واقعات اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ آپ کا اعتراض مجھ پر نہیں بلکہ خدا تعالیٰ پر ہے، محمد رسول اللہ ﷺ پر ہے، اور حضرت مسیح موعودؑ پر ہے۔ اور میں ایک اور بات بھی پوچھتا ہوں کہ مہربانی فرما کر آپ مجھے اپنا بھی وہ اعلان دکھائیں جس میں آپ نے حکماً اپنے ہم خیالوں کو لکھا ہو کہ وہ میری سب کتب اور رسالہ جات اور اشتہارات کو مطالعہ کر کے حق کا فیصلہ کریں۔ اگر آپ نے بھی ایسا نہیں کیا تو مجھ پر کیا گلہ ہے۔ اگر فرما دیں کہ میں نے کب روکا ہے تو میں کہتا ہوں کہ میں نے بھی تو کبھی نہیں روکا۔ ہاں میرے نزدیک مخالف کی کتب پڑھنے کے متعلق مذکورہ بالا شرائط کا خیال رکھنا ضروری ہے اور مجھے یقین ہے کہ میرے اکثر مرید ان کے پابند ہیں الا ماشاء اللہ۔ چنانچہ آسانی سے اس کا علم اس طرح ہو سکتا ہے

کہ آپ مہربانی فرما کر اپنے ہم خیالوں میں سے ان لوگوں کی ایک فہرست شائع کردیں کہ جنہوں نے ہماری کتب کا مطالعہ کیا ہو۔ اور ہر ایک کے نام کے ساتھ لکھ دیں کہ اس نے فلاں فلاں کتاب یا رسالہ تمہارا پڑھا ہے اور میں اپنے مریدوں میں سے ایسے لوگوں کی ایک فہرست شائع کرادوں گا جنہوں نے آپ کی کتب کا مطالعہ کیا ہے۔ اور ان کے نام کے آگے ان کتب و رسالہ جات کی فہرست جو انہوں نے آپ کی طرف سے شائع ہونے والے لٹریچر میں سے پڑھے ہوں درج کردوں گا۔ اس سے خود دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ کون لوگ بے تعصبی سے دوسرے کی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں۔

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر بارہ[۲] سال تک حضرت مسیح موعودؑ اپنے دعویٰ کو خود نہ سمجھ سکے تو پھر اور کوئی آپ کے دعویٰ کو کس طرح سمجھ سکے گا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ پر کبھی بھی کوئی وقت نہیں آیا کہ آپ دعویٰ کو نہ سمجھ سکے ہوں۔ آپ شروع سے آخر تک اس مقام کو سمجھتے رہے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو کھڑا کیا ہے۔ ہاں صرف اس دعویٰ کے نام میں آپ احتیاط کرتے رہے ہیں۔ یعنی آیا اس کا نام نبوت رکھا جاوے یا محدثیت۔ اور جب تک اللہ تعالیٰ کی متواتر وحی نے اس بات کی صراحت نہ کی آپ اس کا نام محدثیت یا جزوی نبوت وغیرہ رکھتے رہے ہیں۔ لیکن بعد صراحت کے آپ اس امر پر قائم نہ رہے اور آپ نے اس مقام کا نام نبوت رکھ دیا۔ اور یہی بات ہے جو حضرت مسیح موعودؑ خود حقیقۃ الوحی میں تحریر فرماتے ہیں۔ اور اس بات میں آپ منفرد نہیں۔ پہلے انبیاءؑ کے ساتھ بھی یہ معاملہ پیش آیا ہے۔ چنانچہ خود آنحضرت ﷺ جو سید وُلدِ آدم تھے ایک عرصہ دراز تک حضرت موسیٰؑ اور حضرت یونسؑ پر اپنے آپ کو فضیلت دینے سے روکتے رہے۔ حالانکہ بعد میں آپ نے فرمایا کہ لَوْکَانَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی حَیَّیْنِ مَا وَسِعَھُمَا اِلَّا اتِّبَاعِیْ (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۲۲ مطبوعہ مصر ۱۳۲۱ھ) اور فرمایا اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ اٰدَمَ (ترمذی ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم) پس اگر آپ ذرا بھی تدبر سے کام لیں تو ان دو نبیوں پر اپنے آپ کو فضیلت نہ دینے کا بھی وہی باعث تھا جو حضرت مسیح موعودؑ کے لئے اپنے مقام کا نام نبوت نہ رکھنے کا باعث ہوا اور وہ لوگوں کے رائج الوقت خیالات کا حتی الوسع احترام کرنا اور دین کے معاملہ میں جلد بازی سے کام نہ لینا تھا۔ اور یہی وہ صفت ہے جو متقی اور غیر متقی میں تمیز کردیتی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ جس طرح حضرت مسیح موعودؑ کی نسبت نبی اور رسول کے الفاظ استعمال کئے گئے تھے

مگر آپ نے ان کی تاویل کی۔ یہی صورت آنحضرت ﷺ کے ساتھ پیش آئی آپ کو خدا تعالیٰ نے ابتداء وحی میں ہی فرما دیا تھا کہ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلاً شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلاً (المزمل:۱۶) یعنی یہ رسول وہی رسول ہے جس کی نسبت لکھا گیا تھا کہ وہ مثیل موسیٰؑ ہوگا اور جس نبی نے مثیل موسیٰؑ ہو کر آنا تھا اس کی نسبت توریت و انجیل دونوں کے متحدہ بیان اور بنی اسرائیل کی شہادت سے ثابت ہے کہ اس نے سب نبیوں سے افضل ہونا تھا۔ کیونکہ اس کی تعلیم کی نسبت لکھا تھا کہ وہ ہمیشہ رہے گی اور سب صداقتوں پر حاوی ہوگی۔ مگر باوجود اس کے کہ صاف طور پر آپ کو نبی کہا گیا آپ نے ایک مدت دراز تک اس دعویٰ کی تاویل کی اور فرماتے رہے کہ موسیٰؑ پر مجھے ترجیح نہ دو اور یونسؑ پر مجھے ترجیح نہ دو (بخاری کتاب الانبیاء باب قول اللہ عزوجل وان یونس لمن المرسلین الی قولہ وھو ملیم) اور یہ آپ نے صرف اس واسطے کیا کہ اس وقت میں عام طور پر یہ خیال پھیلا ہؤا تھا کہ تمام نبیوں سے یہ دونوں نبی افضل ہیں چنانچہ موسیٰؑ کی نسبت ان کے اس عقیدہ کی وجہ یہ تھی کہ حضرت موسیٰؑ ان کے شارع نبی تھے اور کُل نبی جو بنی اسرائیل میں آئے ان کے خلفاء کی حیثیت رکھتے تھے۔ حضرت یونسؑ کی نسبت ان کے اس خیال کی وجہ بھی ظاہر ہے۔ کیونکہ صرف حضرت یونسؑ ہی ایک ایسے نبی گزرے ہیں کہ جن کو ان کی ساری کی ساری قوم نے مان لیا اور یہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ پرانا پھیلا ہؤا تھا کیونکہ حضرت مسیح ناصریؑ اپنے مخالفوں سے کہتے ہیں کہ دیکھو یہاں ایک موجود ہے جو یونسؑ سے بڑھ کر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں یونسؑ کی خاص عزت ہے۔ پس آنحضرت ﷺ نے لوگوں کے اس خیال کے ماتحت باوجود آپ کو مثیل موسیٰؑ کا خطاب ملنے کے اپنے آپ کو موسیٰ علیہ السلام اور یونس علیہ السلام پر فضیلت دینے سے منع کیا۔ مگر بعد میں وفات سے پانچ چھ سال پہلے کے قریب آکر الٹ کہا۔ اور صاف لفظوں میں سب دنیا کی طرف اپنے مبعوث ہونے اور سب نبیوں سے افضل ہونے کا ذکر فرمایا۔ بلکہ حضرت موسیٰؑ کا تو خاص طور پر نام لے کر فرمایا کہ لَوْکَانَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی حَیَّیْنِ مَا وَسِعَھُمَا اِلاَّ اتِّبَاعِیْ پس اس امر میں حضرت مسیح موعودؑ کو آنحضرت ﷺ سے کامل مشابہت ہے اور اسی طرح اور کئی امور ہیں کہ جن میں نبی کریم ﷺ نے احتیاط سے کام لیا ہے۔

آپ کا یہ فرمانا کہ میرے اس عقیدہ کے نتیجہ میں مولوی عمرالدین صاحب شملوی اور بعض

اور مبائعین کو بحث میں لکھنا پڑا کہ آنحضرت ﷺ کو بھی تین یا چھ سال تک یہ شک رہا کہ آپ کی وحی شیطانی ہے یا رحمانی۔ میرے نزدیک ایک ایسا حملہ ہے جس کا ثبوت آپ کے پاس نہیں اگر کوئی شخص میری جماعت میں سے ایسا خیال کرتا ہے تو میرے نزدیک وہ سخت غلطی کرتا ہے اور اس نے حقیقت نبوت کو سمجھا ہی نہیں۔ اور جہاں تک مجھے علم ہے یہ الزام مبائعین پر محض سنی سنائی باتوں پر آپ نے لگا دیا ہے۔ حالانکہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ کَفٰی بِالْمَرْءِ کَذِبًا اَنْ یُّحَدِّثَ بِکُلِّ مَا سَمِعَ (مسلم۔ خطبة الكتاب باب النهى عن الحديث بكل ما سمع) یعنی وہ آدمی بڑا جھوٹا ہے جو ہر ایک سنی بات کو آگے بیان کر دیتا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی اور شخص کا خیال پچھلے علماء سے کسی نے بیان کیا ہو یا اور کوئی ایسی ہی بات ہو ورنہ میں مؤمنانہ حسنِ ظنی سے کام لیتے ہوئے اس الزام سے بالکل انکار کرتا ہوں۔ اور مولوی عمرالدین صاحب کی نسبت تو مجھے یاد پڑتا ہے (گو یہ واقعہ پورے طور پر مجھے یاد نہیں۔ غالباً وہ اس کی نسبت زیادہ بیان کر سکیں گے) کہ شملہ میں پچھلے سال مجھ سے میاں عبدالحق غیر مبائع نے ذکر کیا تھا کہ مولوی صاحب نے رسول اللہ ﷺ کی نسبت ایسا کہا ہے تو انہوں نے اسی وقت اس سے انکار کیا اور کہا کہ شیطانی وحی کا ہونا میں نے ہرگز آنحضرت ﷺ کی نسبت بیان نہیں کیا۔ مگر مولوی صاحب ایک بات کا تو آپ بھی انکار نہیں کر سکتے کہ ایک متواتر حدیث جو صحاح میں پائی جاتی ہے بلکہ بخاری کی حدیث ہمیں بتلاتی ہے کہ تین سال یا چھ سال تک اپنی وحی کے معنی کرنے میں آنحضرت ﷺ کو تردد رہا ہے۔ میں اس شخص کو جھوٹا سمجھتا ہوں جو کہے کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی وحی کی نسبت یہ شبہ تھا کہ شیطانی یا رحمانی ہے۔ مگر اس بات میں کیا شک ہے کہ باوجود صریح وحی کے آپ گھبرا کر اپنی بیوی کے پاس گئے اور بعد میں ان کے مشورہ سے اس وحی کے مطلب کے متعلق مشورہ کرنے کے لئے آپ ورقہ بن نوفل کے پاس گئے۔ اگر آپ کو اس کے مطلب کے متعلق تردد نہ تھا تو آپ ورقہ کے پاس کیوں گئے تھے اور گھبرائے ہوئے کیوں تھے۔ صاف ظاہر ہے کہ آپ حیران تھے کہ میں اس وحی کو اس کے ظاہری الفاظ پر محمول کروں یا کچھ اور مطلب سمجھوں۔ مگر ظاہر ہے کہ باوجود اس کے کہ ورقہ نے اس وحی کو ظاہری معنوں پر محمول کیا پر آپ نے اس کی نسبت احتیاط کا پہلو ہی اختیار کیا اور جب صریح اور متواتر وحی نے آپ کو مجبور نہ کیا آپ احتیاط سے ہی کام لیتے رہے اور آپ اس واقعہ کا جو زبردست اور صحیح احادیث سے ثابت ہے کس طرح انکار کر سکتے ہیں۔ کیا کسی

وحی کے معنی کرنے میں تردد کا نام آپ شیطانی اور رحمانی وحی قرار دینے میں تردد رکھتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو آپ کو نعوذباللہ یہ بھی کہنا پڑے گا کہ حضرت مسیح موعودؑ کو بھی نعوذباللہ اس بات میں تردد تھا کہ آپ کو شیطانی وحی ہوتی تھی یا رحمانی کیونکہ آپ بارہا الہامات کے معنے کرنے میں تردد اور احتیاط سے کام لیتے تھے۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ کی نسبت بھی ثابت ہے کہ آپ نے ہجرت کے متعلق بشارت کے معنے کرنے میں تردد سے کام لیا کہ فلاں مقام ہے یا فلاں۔ پس خدارا آپ میری عداوت میں ایسے اصول نہ قرار دیں کہ جن سے آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ پر بھی الزام لگتا ہو اور ان کی ہتک ہوتی ہو۔ تعجب ہے کہ آپ نے الزام تو مجھے اور میرے مریدوں کو دیا تھا مگر خود ایک ایسے اصل کے بانی ہو گئے کہ جس سے آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعودؑ دونوں پر الزام آتا ہے۔

مولوی صاحب! پھر آپ یہ بھی تو خیال فرماویں کہ آپ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحبؑ کا دعویٰ مسیح موعودؑ ہونے کا تھا۔ اور سنئے حضرت مسیح موعودؑ اپنے اس دعویٰ کے متعلق فرماتے ہیں "پس میری کمال سادگی اور ذہول پر یہ دلیل ہے کہ وحی الٰہی مندرجہ براہین احمدیہ تو مجھے مسیح موعودؑ بناتی تھی۔ مگر میں نے اس رسمی عقیدہ کو براہین میں لکھ دیا۔ میں خود تعجب کرتا ہوں کہ میں نے باوجود کھلی کھلی وحی کے جو براہین احمدیہ میں مجھے مسیح موعودؑ بناتی تھی کیونکر اسی کتاب میں یہ رسمی عقیدہ لکھ دیا۔

پھر میں قریباً بارہ۱۲ برس تک جو ایک زمانہ دراز ہے بالکل اس سے بے خبر اور غافل رہا کہ خدا نے مجھے بڑی شد و مد سے براہین میں مسیح موعود قرار دیا ہے اور میں حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا۔ جب بارہ۱۲ برس گزر گئے تب وہ وقت آگیا کہ میرے پر اصل حقیقت کھول دی جائے تب تواتر سے اس بارہ میں الہامات شروع ہوئے کہ تو ہی مسیح موعودؑ ہے۔

پس جب اس بارہ میں انتہاء تک خدا کی وحی پہنچی اور مجھے حکم ہوا کہ **فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ** یعنی جو تجھے حکم ہوتا ہے وہ کھول کر لوگوں کو سنا دے اور بہت سے نشان مجھے دیئے گئے اور میرے دل میں روز روشن کی طرح یقین بٹھا دیا گیا تب میں نے یہ پیغام لوگوں کو سنا دیا۔"

(اعجاز احمدی صفحہ ۹۔۱۰ روحانی خزائن جلد نمبر۱۹ صفحہ ۱۱۳-۱۱۴)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ آپ باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ آپ کو مسیح موعودؑ قرار دے چکا تھا ان الہامات کی جن میں آپ کو مسیح موعودؑ کہا گیا تھا بارہ۱۲ برس تک تاویل کرتے

رہے۔ اب بتایئے کہ کیا آپ ہی کے الفاظ کو بدل کر کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ جب کہ باوجود اس کے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو مسیح موعودؑ کہا آپ بارہ برس تک اپنے دعویٰ کو نہ سمجھ سکے بلکہ بجائے مسیح موعودؑ کے مسیح موعودؑ سے مشابہت رکھنے کے مدعی رہے تو اور کوئی ان کے دعویٰ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے کس طرح قابل مؤاخذہ ہو سکتا ہے۔

مولوی صاحب! حضرت صاحب نے کبھی اپنے الہامات کو نفسانی یا شیطانی نہیں سمجھا۔ آپ کو اگر خیال تھا تو صرف ان کے معنے کرنے کے متعلق۔ اور یہ خیال بھی صرف اس وقت تک رہا جب تک کہ تواتر اور صراحت پیدا نہ ہوئی۔ اس کے بعد کوئی خیال نہ رہا۔ لیکن کیا آپ کے مخالفوں کا یہی حال ہے۔ ان کو تو الہامات کے شیطانی یا نفسانی ہونے کا یقین ہے۔ اگر آپ کہیں کہ اگر کوئی شخص الہامات کو رحمانی تو مانے مگر اور تاویل کرے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بعد صراحت اور تواتر کے وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعودؑ لکھ چکے ہیں اب تواتر اور صراحت پیدا ہو چکی ہے۔

مولوی صاحب! آپ نے دوسرا قابل توجہ امر یہ لکھا ہے کہ میں نے جو حقیقۃ النبوۃ میں یہ لکھا ہے کہ "نبوت ایمان کا ہی ایک اعلیٰ مرتبہ ہے اور تقویٰ میں ترقی کرتے کرتے انسان اس مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے جسے نبی کہتے ہیں۔" اور اس طرح یہ لکھا ہے۔ کہ "صدیق کی فطرت نبیوں کی سی فطرت ہوتی ہے۔ اور اس کے کام نبیوں کے سے ہوتے ہیں۔ لیکن کسی قدر کمی اور نقص کی وجہ سے وہ درجہ نبوت سے روکا جاتا ہے۔" اس میں اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی ہتک ہے۔ کیونکہ اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تیرہ سو سال میں آپ کا ایک شاگرد بھی کامل ایمان کے مرتبہ کو حاصل نہ کر سکا کامل متقی نہ بن سکا۔ مولوی صاحب! اگر آپ ابتداء میں ہمدردی کا اس قدر دعویٰ نہ کرتے تو میں آپ کے اس فعل کو تلبیس اور تدلیس سمجھتا۔ مگر اس دعویٰ اخلاص کے بعد میرا خیال ہے کہ اگر یہ کسی بدنیتی کا نتیجہ نہیں تو حد سے زیادہ ہمدردی کا کرشمہ ضرور ہے کیونکہ آپ نے میری صریح عبارت سے اور وہ بھی اس عبارت کو نقل کر کے ایسے نتائج نکالے ہیں کہ جن کو ہر عقلمند انسان غلط اور خلاف منشاء راقم کہے گا۔ میری عبارت کا تو صاف مطلب ہے جس کے سمجھنے کے لئے کسی خاص لیاقت کی ضرورت نہیں کہ تقویٰ ترقی کرتے کرتے جب ایک خاص حد تک پہنچ جاتا ہے تو اس وقت انسان کو نبوت کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ اس میں دوسرے لوگوں کے ناقص الایمان ہونے یا کامل نہ ہونے کا نتیجہ کہاں سے

نکل آیا- اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی مادری زبان اردو نہیں مگر آپ تعلیم یافتہ ہیں- اور میرے نزدیک اس سادہ عبارت کے سمجھنے کی لیاقت رکھتے ہیں- پس آپ کا اس عبارت کے مضمون کو بدلنا سخت حیرت میں ڈالتا ہے کہ آپ کے اس فعل کو کیا سمجھوں- ایک طرف اظہار ہمدردی اس امر سے روکتا ہے کہ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (المائدۃ : ۱۴) کی جماعت میں آپ کو داخل کر دوں- دوسری طرف عبارت کی وضاحت اور سادگی کو دیکھتے ہوئے آپ کا اس مطلب کو بگاڑنا کسی اور نتیجہ کے نکالنے سے روکتا ہے- کیا آپ اس امر کے قائل ہیں کہ نہیں کہ تقویٰ کے ہزاروں مدارج ہیں- جیسا کہ آیت اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (الحجرات : ۱۴) سے ثابت ہے- یعنی خدا تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو زیادہ متقی ہے یا آپ اپنے تقویٰ اور نبیوں کے تقویٰ کو ایک جیسا سمجھتے ہیں- کیا آپ اپنے آپ کو ویسا ہی متقی خیال کرتے ہیں جیسا کہ حضرت عیسیٰؑ حضرت موسیٰؑ اور آنحضرت ﷺ متقی تھے یا ان کی نسبت آپ اپنے تقویٰ میں کچھ کمی اور نقص یقین کرتے ہیں- اگر کمی کا اقرار کرتے ہیں تو کیا آپ اپنے آپ کو غیر متقی یا کم سے کم ناکامل متقی سمجھتے ہیں- یا حضرت ابو بکرؓ یا حضرت عمرؓ کو اسی لحاظ سے ناکامل متقی سمجھتے ہیں- کیا آیت تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (البقرۃ : ۲۵۴) اور اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ کو ملا کر یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ خود انبیاءؑ میں بھی تقویٰ کے مدارج میں فرق ہوتا ہے- کمال کے بھی ہزاروں درجے ہیں- حضرت عیسیٰؑ بھی کامل متقی تھے اور حضرت موسیٰؑ بھی- مگر کیا آنحضرت ﷺ تقویٰ میں ان کے برابر ہی تھے؟ اگر زیادہ تھے تو کیا حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام تقویٰ میں ناقص تھے؟ مولوی صاحب! میں نے تو یہ لکھا ہے کہ نبوت کے مقام کے حاصل کرنے کے لئے جس تقویٰ اور عرفان کی شرط ہے وہ ان لوگوں میں نہ تھا- یہ تو نہیں لکھا کہ متقی اور متقیوں کے سردار بننے کے لئے جس تقویٰ کی شرط ہے وہ ان میں نہ تھا- تقویٰ کے مختلف مدارج میں سے کسی درجہ پر نہ پہنچنے کی وجہ سے یہ تو نتیجہ نہیں نکلتا کہ وہ تقویٰ میں کمزور تھے- اس سے تو صرف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس خاص درجہ کو وہ نہیں پہنچے- اور کیا آپ کا یہ مذہب نہیں کہ جس درجہ ایمان پر رسول کریمؐ تھے اس پر دیگر لوگ نہ تھے- کیا خود رسول کریم ﷺ نہیں فرماتے قَدْ عَلِمْتُمْ اَنِّیْ اَتْقَاكُمْ لِلّٰهِ وَ اَصْدَقُكُمْ وَ اَبَرُّكُمْ (بخاری کتاب الاعتصام باب نہی النبی ﷺ عن التحریم الا ما یعرف اباحتہ) یعنی تم جانتے ہو کہ میں تم سب میں سے زیادہ متقی، زیادہ عہدوں کو پورا کرنے والا اور زیادہ نیک ہوں- اور کیا

آپ تمام مؤمنوں اور متقیوں کو ایمان اور تقویٰ میں ایک ہی درجہ کا مؤمن اور متقی خیال کرتے ہیں۔ اگر نہیں تو پھر اس اعتراض کے کیا معنے ہوئے؟

مولوی صاحب! اگر آپ غور فرمائیں گے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ یہ اعتراض آپ پر پڑتا ہے نہ کہ مجھ پر۔ کیونکہ آپ کے عقیدہ کے ماتحت تو رسول کریم ﷺ کے شاگردوں میں سے ایک بھی اس درجہ کو نہیں پہنچا کہ خدا تعالیٰ کا فضل نبوت کے انعام کے ذریعہ سے اس پر نازل ہوتا اور میرے نزدیک ایک شاگرد اس درجہ تک پہنچا ہے۔ تو کیا ایک، کا ایک خاص مقام تک پہنچنا رسول کریم ﷺ کے علوّ مرتبت پر دلالت کرتا ہے یا ایک کا بھی اس مرتبہ تک نہ پہنچنا۔ اسی طرح اگر آپ غور فرمادیں گے تو جو طریق دلیل آپ نے اختیار کیا ہے اس سے تو ایک دشمن اسلام نعوذباللہ شاید یہ بھی کہہ دے گا کہ مولانا! اسلام عجیب رحمت ہے کہ اسلام سے پہلے تو محمدؐ رسول اللہ جیسا انسان پیدا ہو اور اسلام کے بعد کوئی بھی ویسا انسان نہ ہو۔ کیونکہ اسلام تو آنحضرت لائے ہیں اور جس وجہ سے آپ کو اس عہدہ کے لئے چنا گیا وہ اسلام کے آنے سے پہلے کے اعمال و اخلاص ہیں۔ مگر کیا یہ طریق استدلال درست ہو گا؟ نبوت بے شک ایک موہبت ہے مگر اس موہبت کے جذب کرنے کے لئے فطرت کا صحیح استعمال اور انسانی اعمال و اخلاص بھی شرط ہیں۔ آپ اس نکتہ پر غور کریں تو آپ کی سب مشکلات خود بخود حل ہو جائیں گی۔

اس تشریح کے بعد آپ کو معلوم ہو گا (اگر پہلے واقعہ میں آپ کو میری عبارت سے دھوکا لگ گیا تھا) کہ میری عبارت سے کفارہ کی تائید نہیں بلکہ اس کا رد ہوتا ہے۔ کیونکہ کفارہ اس عقیدہ کا نتیجہ ہے کہ انسان کامل تقویٰ کو حاصل نہیں کر سکتا اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ نہ صرف انسان کامل تقویٰ کو حاصل کر سکتا ہے بلکہ ترقی کر کے اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے کہ اس کی اتباع کے طفیل دوسروں کو بھی اس درجہ کا تقویٰ حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ نبیوں میں شامل ہو جاتے ہیں۔

مولوی صاحب! آپ نے یہ بھی زور دیا ہے کہ میں اپنی غلطی کا اقرار کروں۔ مگر الحمدللہ کہ گو میں معصوم عن الخطاء نہیں ہوں اس معاملہ میں میں نے غلطی نہیں کھائی۔ مگر آپ کا اس بات پر زور دینا کہ چونکہ میں معصوم عن الخطاء نہیں اس لئے اپنی غلطی کا اقرار کروں ایک عجیب مسئلہ ہے۔ آپ نے اس وقت تک کس قدر غلطیوں کا اقرار کیا ہے۔ آپ کے نزدیک ہر وہ

شخص معصوم عن الخطاء ہونے کا مدعی ہے جو اپنے بعض عقائد کی غلطی کا اعتراف نہ کرے۔ مگر تعجب ہے کہ مجھے تو آپ بغیر غلطی کرنے کے غلطی کا اعتراف کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اور خود ریویو کے مضامین میں اپنے موجودہ عقائد کے خلاف لکھنے کے باوجود اس وقت تک یہ جرأت نہیں کر سکے کہ ان مضامین کی غلطی کا اعلان کریں بلکہ اس مصیبت کو آنوں بہانوں سے ٹلانا چاہتے ہیں اور اس وقت یہ دلیل آپ کو بھول جاتی ہے کہ میں معصوم عن الخطاء نہیں۔

تیسرا امر جس کی طرف مجھے آپ توجہ دلاتے ہیں کفر و اسلام کا مسئلہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ امن کی راہ یہ ہے کہ ہم غیر احمدیوں کو مسلمان سمجھ لیں۔ میں کہتا ہوں کہ امن کی راہ یہ ہے کہ ہم قرآن کریم کے فیصلہ کو تسلیم کر لیں۔ قرآن کریم کسی ایک نبی کے منکر کو بھی کافر کہتا ہے اور مرزا صاحب کو وہی خدا نبی کہتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا یَاَیُّھَا النَّبِیُّ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَالْمُعْتَرَّ (تذکرہ صفحہ ۷۴۶ ایڈیشن چہارم) اور ''دنیا میں ایک نبی آیا مگر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کر دے گا'' (تذکرہ صفحہ ۱۰۴۔ ایڈیشن چہارم) اور آنحضرت ﷺ بھی نبی کہتے ہیں۔ جیسا کہ آخری زمانہ میں مسیح موعودؑ کی بعثت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں فَیَرْغَبُ نَبِیُّ اللّٰہِ عِیْسٰی وَاَصْحَابُہٗ اِلَی اللّٰہِ (مسلم کتاب الفتن واشراط الساعۃ باب ذکر الدجال وصفتہٗ وما معہٗ) یعنی اس وقت اللہ کا نبی عیسیٰؑ اور اس کے ساتھی خدا سے دعا کریں گے۔ اور ایک دفعہ نہیں بلکہ کئی دفعہ آنے والے مسیح کو آپ نے نبی فرمایا ہے۔ پس امن کی راہ یہی ہے کہ اگر بفرض محال بقول آپ کے حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں سے فیصلہ نہیں ہوتا تو پھر جیسا کہ آپ کو بھی عذر نہ ہوگا قرآن کریم کے فیصلہ پر اطمینان رکھیں کہ وہ ہلاکت سے بچائے گا۔

باقی رہا یہ امر کہ جنازہ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا جو خط ملا تھا اس کے متعلق میں نے غور کیوں نہیں کیا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خط حبی فی اللہ اخی المکرم سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹی لائے تھے اور آپ نے بیان کیا تھا کہ یہ خط سید میر حسن صاحب سیالکوٹی کے پاس تھا اور میں نے سنا تھا کہ سید امیر علی شاہ صاحب نے اس کی نقل لاہور بھیجنے کے لئے لی ہے۔ اس پر مجھے خیال آیا کہ میں بھی اس کی نقل لے جاؤں شاید ضرورت پڑے۔ چونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ میری شنید میں یہ آیا کہ پیغام میں چھاپنے کے لئے یہ نقل لی گئی ہے۔ اس لئے میں نے زیادہ احتیاط اس کی حفاظت کی نہیں کی اور جلسہ کے دن تھے۔ ایک ایک دن میں سینکڑوں رقعے مجھے

ملتے تھے جن میں وہ خط ضائع ہو گیا اور میں نے یہ سمجھا کہ جب پیغام میں یہ خط شائع ہو گا اس وقت ہم بھی دیکھ لیں گے لیکن وہ وہاں شائع نہ ہؤا۔ اور جہاں تک مجھے یاد ہے گو حق الیقین نہیں کہ وہ خط ایسے زمانہ کا تھا کہ جس کا زیادہ اثر اصل بحث پر نہ پڑتا تھا۔ پس اب اس واقعہ کے اظہار کے بعد مجھے اس کے متعلق مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں حضرت مسیح موعودؑ کی ڈائری نوشتہ مولوی عبدالکریم صاحب اور حضرت مسیح موعودؑ کے اپنے عمل کے بعد مجھے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ کو ضرورت ہے تو آپ اس خط کو شائع کریں۔ اس وقت ہم اس خط کی تاریخ اور اس کے مضمون پر کافی غور کر لیں گے۔

باقی رہا یہ قول کہ مرزا فضل احمد صاحب کا جنازہ حجت نہیں کیونکہ بیٹوں اور غیروں کے ساتھ معاملہ میں فرق ہوتا ہے۔ ان سے آپ ناراض تھے اس لئے جنازہ نہ پڑھا۔ تو یہ ایک بیہودہ بات ہے۔ ناراضگی زندگی میں ہوتی ہے نہ کہ بعد وفات۔ زندگی میں آدمی اپنے بیٹے کو مار بھی لیتا ہے تاکہ اصلاح ہو۔ کیا بعد مرنے کے بھی اس کی اصلاح کی امید ہوتی ہے کہ اس کو سرزنش کی جائے۔ اور پھر جنازہ تو ایک شرعی فرض ہے جو سب سے پہلے ولی پر مقرر ہے۔ آپ اس فرض کو کس طرح نظر انداز کر سکتے تھے۔ مرزا نظام الدین وغیرہ کے قبضہ میں لاش کے آنے سے جنازہ کے فرض سے آپ سبکدوش نہیں ہو جاتے۔ جنازہ کے لئے آپ کو کہا گیا مگر آپ نے جنازہ نہ پڑھا۔ دوسری جگہ فوت ہونا بھی جنازہ کے حق سے سبکدوش نہیں کر دیتا۔ آپ شریعت اپنے پاس سے نہ بنائیں آپ تو مرزا صاحب کے غیر تشریعی نبی ہونے کے منکر ہیں پھر خود کیوں تشریعی نبی بنتے ہیں۔

حلفیہ شہادت اس وقت تک ایک بھی میرے سامنے پیش نہیں ہوئی۔ اس شخص کو آپ پیش کریں جو حلفیہ شہادت دے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو یہ کہا گیا تھا کہ فلاں شخص غیر احمدی تھا آپ اس کا جنازہ پڑھ دیں۔ یہ کہنا کہ پہلے آپ کو اس کے احمدی ہونے کے لئے دعا کے لئے کہا گیا تھا دلیل نہیں۔ کبھی انسان کو بات بھول جاتی ہے۔ خود میرے ساتھ ایسا ہؤا ہے۔ سیالکوٹ کا ایک طالب علم مجھے اکثر اپنی والدہ کے احمدی ہونے کے متعلق لکھا کرتا تھا۔ اس کی والدہ کے فوت ہونے پر اس نے مجھے والدہ کے لئے دعائے مغفرت کے لئے لکھ دیا حالانکہ خود اس نے جنازہ نہ پڑھا اس نے یہ خیال کیا کہ شاید دعائے مغفرت اور جنازہ میں فرق ہو گا مگر مجھے اس وقت اس کے غیر احمدی ہونے کا خیال نہ تھا اور میں نے جنازہ پڑھ دیا۔ پس آپ کم سے کم ایسے

دو شخصوں کی جو مؤکد بہ عذاب قسم کھائیں، شہادت بہم پہنچائیں، جو اس بات کی شہادت دیں کہ جنازہ کی تحریک کے وقت بھی حضرت سے عرض کر دیا گیا تھا کہ وہ غیر احمدی تھا۔ ہاں مرزا خدا بخش کی شہادت نہ ہو کیونکہ اس کی نسبت قرآن کریم کا حکم ہے وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا۔ (النور:۵)

باقی رہا میری سالی کی شادی کا مسئلہ اس کی نسبت بھی مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ باوجود واقعات کے اظہار کے آپ خلاف بیانی سے کام لیتے ہیں۔ مولوی صاحب! میں بار بار بیان کر چکا ہوں کہ میں ہرگز شادی میں شامل نہ تھا نہ مجھے علم ہؤا کہ شادی ہونے والی ہے۔ میں کہیں سفر پر گیا ہؤا تھا۔ وہاں سے واپسی پر میں نے اچانک سنا کہ شادی ہو گئی ہے۔ پس آپ اپنی جان پر رحم کر کے خدا کے خوف سے کام لیں اور اس افتراء کی آئندہ اشاعت سے باز رہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اس نکاح کے اصل حالات سے واقف ہوتے ہوئے ہرگز اجازت نہیں دی بلکہ جب آپ کو یہ معلوم ہؤا کہ لڑکا غیر احمدی ہے تو ڈاکٹر صاحب کے گھر کے لوگوں کو کہا کہ کیا ڈاکٹر صاحب کو معلوم نہیں کہ غیر احمدی سے رشتہ ہم نے منع کیا ہؤا ہے۔ پھر انہوں نے لڑکی غیر احمدی لڑکے سے کیوں منسوب کی (حضرت صاحب کی حیات میں یہ نکاح نہیں ہؤا) مگر پھر فرمایا کہ ابھی اس امر کا ذکر نہ کریں بلکہ ہم حقیقۃ الوحی دیں گے وہ ڈاکٹر صاحب کو دینا کہ لڑکے کو پڑھنے کے لئے دیں اگر اس کو پڑھ کر وہ احمدی ہو گیا تو پھر ہم اجازت دیں گے۔ اس کے بعد والدہ صاحبہ کی بیماری کی وجہ سے حضرت صاحب لاہور چلے گئے اور وہیں فوت ہو گئے اور یہ معاملہ یوں ہی رہ گیا۔ چونکہ والدہ سوتیلی تھیں اس لئے اس خیال سے کہ لوگ اس کو عداوت نہ خیال کریں یا اس ادب سے کہ حضرت صاحبؑ نے کہا تھا کہ ابھی ذکر نہ کریں وہ خاموش رہیں اور نکاح ہو گیا۔ اور آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ لڑکی بالغ اور غیر احمدی تھی اور لڑکی کی حقیقی والدہ بھی اس وقت غیر احمدی تھیں۔ پس اس صورت میں نکاح میں کوئی خلاف شریعت بھی بات نہیں۔ اب بھی بعض دفعہ غیر احمدی لڑکی کے نکاح کی میں نے احمدیوں سے اجازت دی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اصل واقعہ معلوم ہونے کے بعد آپ اس افتراء کی بار بار کی اشاعت سے پرہیز کریں گے۔ کیونکہ آخر ایک دن اللہ تعالیٰ کو منہ دکھانا ہے۔ خصوصاً جو باتیں کہ واقعات سے متعلق ہیں اور ان واقعات کا پہلے اظہار ہو چکا ہے ان کو تو بار بار غلط پیرایہ میں ظاہر نہ کریں اور لوگوں کو دھوکا نہ دیں۔

چوتھا مسئلہ آپ نے نبوت اور اسمہٗ احمد کا پیش کیا ہے اور اس کے لئے اپنی کتب کا حوالہ دیا ہے اور ان کے جواب نہ ہونے کی شکایت کی ہے۔ آپ کی کتاب کا جواب خدا تعالیٰ کے فضل سے میری کتاب حقیقۃ النبوۃ میں پہلے سے موجود ہے اور بعض غیر احمدیوں نے بھی اس کا اقرار کیا ہے کہ آپ کی کتاب کا جواب اس میں پہلے سے موجود ہے۔ باقی رہا یہ کہ اس پر جلد اول کیوں لکھا ہے۔ سو جلد اول سے تو صرف غیر احمدیوں کے نقطہ خیال کو مدّ نظر رکھ کر مزید تشریح کا وعدہ کیا گیا تھا ورنہ اس کتاب میں آپ یہ لکھا ہؤا بھی دیکھیں گے کہ اب اس کے بعد آپ کے مقابلہ میں کچھ اور لکھنے کی مجھے ضرورت نہ ہو گی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ کے خیالات کی تردید مختلف طریق سے ہوتی رہے گی۔ آپ اس کی فکر نہ کریں۔ زیادہ فکر اپنے ایمان کی درستی اور خدا تعالیٰ سے صلح کرنے کی کریں کہ اس کے بغیر نجات نہیں۔ مسیح موعودؑ کے درجہ کو آپ گھٹاتے ہیں یا نہیں یہ آپ کی تحریرات سے صاف ظاہر ہے اِس پر مجھے اس خط میں لکھنے کی ضرورت نہیں۔ عبدالحکیم کے خطوط اور آپ کی تحریرات کو بالمقابل رکھ کر دیکھا جائے تو بالکل ایک قلم کی لکھی ہوئی معلوم ہوتی ہیں مگر اس بحث میں اس جگہ پڑنے کی ضرورت نہیں۔ اس وقت تو میں آپ کو یہی نصیحت کر کے اس خط کو ختم کرتا ہوں کہ ریویو کی ایڈیٹری اور انجمن کی سیکرٹری شپ کی وجہ سے آپ کو جماعت میں ایک رسوخ حاصل تھا اور اس وجہ سے بعض لوگ اس رسوخ کے اثر سے آپ کے ساتھ حق کے قبول کرنے میں رکے ہوئے ہیں۔ آپ انہیں لوگوں کی جانوں پر رحم کر کے جن کی آپ سے حسن ظنی ان کی ہلاکت کا موجب ہوئی ہے اب اس طریق کو ترک کریں اور حق کو قبول کریں۔ عزت خدا کے آگے تذلل اور انکسار میں ہے نہ عُجب اور استکبار میں۔ اپنی جان پر رحم کریں اور دوسروں کو ہلاکت سے بچائیں ورنہ یاد رکھئے کہ قیامت کے دن ان سب لوگوں کا عذاب آپ کی گردن پر ہو گا ان میں سے ہر ایک فرد بھی ذمہ دار ہے مگر آپ سب سے زیادہ ذمہ دار ہیں اور خدا کا غضب برداشت کرنے کی انسان میں طاقت نہیں خواہ وہ کتنا ہی بہادر ہو۔ پس اس آگ سے نہ کھیلیں کہ یہ آخر بھسم کر کے چھوڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے اور آپ کی اور آپ کے ساتھیوں کی آنکھیں کھولے۔ چونکہ میں آپ کی ہی ایک کتاب کا جواب لکھ رہا ہوں۔ اس لئے زیادہ لکھنے سے معذور ہوں۔ امید ہے کہ آپ اس کا انتظار کریں گے اور اس میں جو کچھ لکھا جاوے گا وہ آپ کی کتاب کا جواب بھی ہو گا اور کچھ زائد بھی ہو گا۔ اس پر غور کریں گے تو شاید اللہ تعالیٰ آپ

کے دل کی گرہ کو کھول دے اور حق کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمادے اور ظلمت سے نور کی طرف لاوے کہ اس کے قبضہ میں سب کے دل ہیں اور وہ بڑا رحم کرنے والا ہے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

خاکسار
میرزا محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی
۲۱۔ ستمبر ۱۹۱۸ء